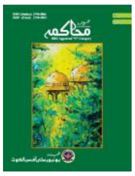

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

نتاشا نصیب، اسکالر ایم فل اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

بازغہ قندیل، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

اردو افسانوں میں کردار نگاری

Characterization in Urdu Short Stories

Natasha Naseeb, Scholar M.Phil Urdu , GCWU , Faisalaba

Bazghah Qandeel,Assistant Professor, Department of Urdu,GCWU, Faisalabad

Abstract

Character is the pulse of fiction a mirror in which the human condition is quietly reflected. In the realm of Urdu short stories, characterization is not merely a narrative device, but a refined art through which writers breathe soul into their creations. With limited space and selective words, the Urdu afsana demands depth and nuance, and it is the art of characterization that fulfills this demand. Whether central or peripheral, static or evolving, every character serves as a vessel carrying emotions, conflicts, and the spirit of its time. This study delves into the aesthetics and techniques of characterization in Urdu fiction, exploring how short story writers craft lifelike figures that resonate beyond the page, echoing social realities, inner turmoils, and timeless truths.

Keyword: Characters, Static and Dynamic Characters, Realistic, Psychological, Sexual, Romantic, Imaginative, Feminist.

کلیدی الفاظ: کردار، اقسام، مرکزی، ثانوی، جامد اور ارتقائی، حقیقت پسند، جنسی ونفسیاتی، رومانوی اور تخیلاتی، نسوانی۔

کردار نگاری کو سمجھنے سے پہلے "کردار" کے مفہوم کو جاننا ضروری ہے۔ انگریزی زبان اس کے لئے "Character" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ کردار اُن شخصیات کو کہا جاتا ہے جو کہانی کے واقعات کو آگے بڑھاتی ہیں۔ ادب کی ہر صنف میں جہاں کہانی موجود ہو، وہاں ان کا ہونا لازمی ہے۔ ابوالاعجاز حفیظ ادبی اصطلاحات کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "کردار Character کہانی کے واقعات جن افراد قصہ کو پیش آتے ہیں انہیں اصطلاح میں کردار کہا جاتا ہے۔ ایسی ہر صنف ادب میں جس میں کہانی کا دخل ہو۔ لازماً کرداروں سے بھی واسطہ پڑتا ہے"(1)

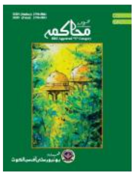

کردار نگاری افسانے کا ایک بنیادی اور اہم جزو ہے؛ اس کے بغیر افسانے کی حقیقت یا ساخت واضح نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعے تخلیق کار اپنی بات قاری تک پہنچاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ موجودہ دور میں اس کی اہمیت میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ افسانہ ہو یا کہانی، ناول ہو یا کوئی اور صنفِ ادب یہ وہ ستون ہیں جن پر تخلیق کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ آج کے ماحول میں محض خیالی نہیں رہے، بلکہ وہ زندہ، متحرک اور احساس سے بھرپور بن چکے ہیں۔ یہ نہ صرف انسانی نفسیات کی تہوں کو بلکہ یہ معاشرتی سچائیوں اور باطنی الجھنوں کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ موجودہ عہد کا ادیب اپنے کرداروں کے ذریعے زمانے کی دھڑکن سناتا ہے، اور یوں کردار محض کہانی کے اجزا نہیں رہتے، بلکہ انسان اور معاشرے کے درمیان ایک آئینہ بن کر سامنے آتے ہیں، جس میں قاری نہ صرف دوسروں کو بلکہ خود کو بھی پہچاننے لگتا ہے۔اس حوالے سے سید وقار عظیم اپنی کتاب "فن افسانہ نگاری" میں لکھتے ہیں۔

> "افسانے کے فن نے اس پر یہ پابندی لگائی ہے کہ وہ (وحدت، تاثر اور اختصار کی خاطر) بہت سے واقعات میں سے صرف وہ منتخب کرے جو براہ راست اس کے مقصد کو فائدہ پہنچاتے یا مدد دیتے ہیں، اسی طرح اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے افسانے کے ذریعے ایسے کردار پیش کرے جو نوعیت کے لحاظ سے نئے اور انوکھے ہوں اور فوراً نظروں میں کھب جائیں "(2)

افسانوں میں کردار اکثر دو انتہاؤں میں تقسیم کیے جاتے تھے: یا تو وہ مکمل نیکی کی علامت ہوتے تھے، یا مکمل بدی کے نمائندے۔ اس دور کے افسانوی ادب میں کردار نگاری کا انداز عمومی طور پر ایسا تھا کہ کرداروں میں خیر و شر کی حدیں بالکل واضح ہوتی تھیں۔ مثبت کردار اس قدر مثالی دکھائے جاتے تھے کہ ان میں کسی بھی قسم کی کمزوری یا خامی کا تصور ممکن نہیں ہوتا، جبکہ منفی کرداروں کو اس انداز میں پیش کیا جاتا تھا کہ وہ محض عبرت کا نمونہ بن کر رہ جاتے تھے۔ اس طرزِ کردار نگاری میں انسانی فطرت کی پیچیدگیوں اور داخلی کشمکش کے بجائے ایک واضح اخلاقی پیغام کو ترجیح دی جاتی تھی۔ ڈاکٹر سلیم آغا قزلباش کے مطابق افسانوں میں کرداروں کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے (3)۔ ادبی تخلیقات میں کرداروں کی مختلف اقسام پائی جاتی ہیں، جن کے ذریعے کہانی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ ہر کردار اپنی نوعیت، ساخت اور کہانی میں ادا کیے گئے کردار کے لحاظ سے ایک مخصوص درجہ رکھتا ہے۔ جسے کہ مرکزی کردار (Central Character): یہ وہ کردار ہوتا ہے جو کہانی کا محور ہوتا ہے۔ سارا پلاٹ اسی کردار کے گرد گھومتا ہے۔ اس کی سوچ، احساسات، عمل اور ردِ عمل کہانی کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اردو افسانہ نگاروں میں پریم چند، سعادت حسن

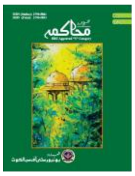

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ
ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

منٹو، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، غلام عباس، احمد ندیم قاسمی اور دیگر کئی اہم نام شامل ہیں۔ ان کے افسانوں کا مرکزی کردار ایسا عام انسان ہے جو اپنی خواہشات، مجبوریوں، محرومیوں اور چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا اسیر ہوتا ہے۔ اس کی کہانی نہ کسی بڑی مہم جوئی پر مبنی ہوتی ہے، نہ ہی کسی غیر معمولی کارنامے پر؛ بلکہ اس کی جدوجہد روزمرہ زندگی کی حقیقتوں سے جڑی ہوتی ہے۔ڈاکٹر نجم الہدیٰ نے اپنی تصنیف "کردار اور کردار نگاری" میں افسانوں کے کرداروں کو کسی نہ کسی طرح انسانی کرداروں کا چربہ کہا ہے (4)۔ کرداروں میں مزدور، عورتیں، دیہاتی افراد، اور متوسط طبقے کے لوگ نمایاں طور پر شامل ہوتے ہیں۔ ثانوی کردار (Secondary Character)؛ کردار صرف "ہیرو" یا "ولن" کے محدود خانے میں نہیں آتے بلکہ وہ انسان کی اندرونی کشمکش، جذباتی پیچیدگیوں، سماجی جبر اور نفسیاتی مسائل کا مظہر بن چکے ہیں۔ یہ وہ کردار جو مرکزی کردار کی معاونت کرتے ہیں اور کہانی میں توازن پیدا کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کا کردار مختصر ہوتا ہے، لیکن وہ کہانی کی فضا اور روانی برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ "ای۔ ایم۔ فارسٹر" نے کہانیوں کے کرداروں کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ کردار جو سادہ ہوتے ہیں اور کہانی کے دوران نہیں بدلتے، انہیں "سپاٹ / جامد کردار" (Flat Character) کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ کردار جو حالات کے ساتھ بدلتے ہیں اور ان کی شخصیت میں گہرائی ہوتی ہے، انہیں "چیدہ / ارتقائی کردار" (Round Character) کہتے ہیں۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "We may divide characters into flat and round. Flat characters were called "humours" in the seventeenth century, and are sometimes called types and sometimes caricatures. In their purest form, they are constructed round a single idea or quality when there is more than one factor in them, we get the beginning of the curve toward the round "(5)

"حقیقت پسند کردار" ایسے کردار جو معاشرتی ناہمواریوں، غربت، طبقاتی کشمکش، کسانوں کے دکھ درد، عورتوں کی محرومیوں اور آزادی کی جدوجہد جیسے اہم مسائل کی عکاسی کرتے ہیں۔ پریم چند کے افسانوں کی سب سے نمایاں خوبی ان کی کردار نگاری ہے۔ انہوں نے اپنے کرداروں کے ذریعے ہندوستانی معاشرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ ان کے کردار زندہ، متحرک اور عام زندگی سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ پریم چند نے اپنے کرداروں کو محض کہانی کا حصہ بنانے کے بجائے انہیں ایک پیغام رسان اور بیداری پیدا کرنے والا ذریعہ بنایا۔ ان کے کردار قاری کے دل و دماغ پر اثر

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

انداز ہوتے ہیں اور معاشرتی شعور بیدار کرتے ہیں۔ پریم چند کا ایک مشہور افسانے "کفن" میں گھیسو اور مادھو کی بے حسی ابتدا ہی میں قاری کو چونکا دیتی ہے۔ ان کی یہ کیفیت قاری کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس بے حسی کی وجہ جاننے کی کوشش کرے۔ جب کہ مادھو کی بیوی بدھیا شدید تکلیف میں اندر پڑی ہوتی ہے، باپ بیٹا باہر بیٹھے بھوکے پیٹ آلو بھون کر کھانے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہی منظر قاری کے دل و دماغ پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ "جنسی و نفسیاتی کردار" جنسی جذبہ انسان کی فطری خصوصیت ہے جو مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ افسانوں میں بھی معاشرتی زندگی کی عکاسی کی جاتی ہے، جیسے مرد و عورت کی محبت، نوجوانوں کے جنسی مسائل، نفسیاتی مشکلات، معاشرتی پابندیاں اور اقدار کی اہمیت۔ اس کے ساتھ ساتھ، معاشرتی عدم توازن، تشویش اور بے اعتدالیوں کو بھی افسانوں میں دکھایا جاتا ہے تاکہ انسان کی نفسیات کو بہتر طریقے سے سمجھا جاسکے۔ اردو افسانوں کے ابتدائی دور میں جنسی پہلو کو بھی شامل کیا گیا تاکہ انسان کے فطری جذبات کی تصویر پیش کی جاسکے۔ سلیم آغا قزلباش اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

> "علی عباس حسینی کے افسانے میلہ گھومنی کی بہو اور محمد علی رودلوی کے کئی ایک منفرد طرز کے کردار اسی پہلو کی نشاندہی کرتے ہیں"(6)

پریم چند کے افسانوں میں نفسیاتی حقیقت کو ایک خاص طریقے سے دکھایا جاتا ہے۔ ان کے کرداروں کی ذہنی حالت اور اندرونی کشمکش کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے، جو ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے جڑی ہوتی ہے۔

> "پریم چند نفسیاتی حقائق بیان کرنے میں انسانی جذبات کے عمدہ پیکر تراشتے ہیں۔ اعلیٰ انسانی اقدار کے تحفظ و فروغ کی کوشش کرتے ہیں اور انسانی زندگی میں مسرت کے سرچشمے ابلتا ہوا دیکھنے کے متمنی رہتے ہیں۔ پریم چند کا نفسیاتی بیان جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے کا محرک نہیں بنتا بلکہ انسان کے صالح رجحانات کو مہمیز کرتا ہے"(7)

بعد میں آنے والے افسانہ نگاروں نے بھی انسان کے دل و دماغ میں چلنے والے جذبات اور سماجی مسائل کو اپنے افسانوں میں دکھایا۔ سعادت حسن منٹو نے خاص طور پر جنسی مسائل اور ذہنی الجھنوں کو موضوع بنایا۔ ان کے مشہور افسانے "کالی شلوار"، "کھول دو" اور "ٹھنڈا گوشت" اس کی مثالیں ہیں۔ ممتاز مفتی نے کرداروں کے اندر کے احساسات اور خیالات کو سامنے لا کر ان کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کی۔ انہوں نے عام گھروں کی لڑکیوں اور عورتوں کی زندگیوں کو دکھایا، جو بظاہر تو پرسکون ہوتی ہیں، لیکن اندر سے وہ کئی الجھنوں اور محرومیوں کا شکار ہوتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں "آپا عذرا" اور "دیوی" جیسے کردار خاص ہیں۔ اسی طرح عصمت چغتائی نے بھی عورت کے دل کی باتوں کو

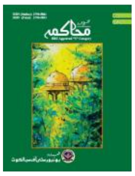

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اپنے افسانوں میں بیان کیا۔ ان کے افسانے "لحاف"، "تل"، "گیندا"، "چوتھی کا جوڑا" اور "پردے کے پیچھے" عورت کی چھپی ہوئی باتوں اور احساسات کو ظاہر کرتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر کے افسانے کیکٹس لینڈ میں کردار طلعت جمیل کی نفسیاتی کیفیت کو خیالات کے بہاؤ(Stream of Consciousness) کے اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اردو ادب میں کئی دیگر افسانے بھی نفسیاتی پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر راجندر سنگھ بیدی کا افسانہ لاجونتی اور اپنے دکھ مجھے دے دو انسانی جذبات، احساسِ جرم اور سماجی رویّوں کے اثرات کو نہایت باریکی سے بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح ممتاز مفتی کے افسانے جیسے ماتھے کا تل، ڈاکٹر کا استعمال اور شرابی کا راز میں انسانی ذہن کی پیچیدگیوں، لاشعوری محرکات اور داخلی کشمکش کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اسی فہرست میں میکسم گورکی کا افسانہ میرا ہم سفر بھی ایک اہم نفسیاتی افسانہ ہے۔ اس میں راوی ایک زوال پذیر مگر خود کو طاقتور سمجھنے والے شہزادے سے غیر متوقع ملاقات کرتا ہے۔ یہ شہزادہ نہ صرف سست اور سہل پسند ہے بلکہ دوسروں پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ راوی یہ جاننے کے باوجود کہ وہ اس شہزادے کے ہاتھوں استحصال کا شکار ہو رہا ہے، پھر بھی سفر میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ یہ رویہ دراصل راوی کی ان نفسیاتی کیفیات کی عکاسی کرتا ہے، جن کا اُسے خود بھی پوری طرح ادراک نہیں ہوتا۔ "رومانوی اور تخیلاتی کردار" اردو افسانے کی ایک اہم خصوصیت ہیں، جو داستانوں سے متاثر ہو کر افسانے میں شامل ہوئے۔ چونکہ اردو افسانہ بنیادی طور پر داستان سے ماخوذ ہے، جہاں تخیلاتی اور رومانوی کرداروں کی موجودگی ایک عام بات تھی، اس لیے افسانے میں بھی ایسے کرداروں کا اضافہ ہوا۔ یہ کردار افسانے کی فضا اور واقعاتی تسلسل کے مطابق ہوتے ہوئے بھی تخیل کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔ جن میں جذباتیت کا پہلو غالب ہوتا ہے، اور وہ حسن و عشق کے موضوعات کو زندگی کا اصل مقصد سمجھتے ہیں۔ اس طرح کے کرداروں کے ذریعے افسانے کی مجموعی فضا پر رومانوی اثرات چھائے رہتے ہیں۔ اس بات کو سلیم آغا قزلباش نے ڈاکٹر صادق کی رائے کے حوالے سے واضح کیا ہے۔

> "رومانوی افسانہ نگار چونکہ جذباتیت کو ترجیح دیتے تھے اور طرز ادا کو اولیت کا درجہ اس لیے ان کے یہاں کردار نگاری میں وہ ارضیت، حقیقت آفرینی، تحرک اور عمل نہیں دکھائی دیتا جس کا فقدان ان کرداروں کو کٹھ پتلیاں بنا کر رکھ دیتا ہے"(8)

"افسانوں میں نسوانی کردار" اردو افسانے کی تاریخ میں نسوانی کرداروں کی پیش کش نے ہمیشہ ایک اہم مقام حاصل کیا ہے۔ عورت کا وجود اردو ادب میں کبھی ماں، بہن، بیوی یا محبوبہ کے روایتی روپ میں سامنے آیا، تو کبھی ایک

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

خود مختار، با شعور اور بغاوت کرنے والے کردار کے طور پر ابھرا۔ نسوانی کرداروں کی پیشکش افسانہ نگار کے دور، نظریات، اور سماجی حالات کی عکاسی کرتی ہے۔ ترقی پسند تحریک کے زیر اثر افسانوں میں عورت کو مظلوم اور استحصال زدہ کردار کے طور پر پیش کیا گیا، جیسے عصمت چغتائی، راشد جہاں اور سعادت حسن منٹو کے افسانے۔ بعد ازاں، جدید دور میں نسائی تحریروں نے عورت کے داخلی کرب، شناخت، جذبات اور نفسیات کو موضوع بنایا، جیسے کہ بانو قدسیہ، خالدہ حسین، اور نیلم احمد بشیر کے افسانے۔ نسوانی کرداروں کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ محض ایک ثانوی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ اکثر اوقات کہانی کے مرکزی نقطہ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ منٹو اور ان کے بعد آنے والے کئی اہم افسانہ نگاروں نے بھی عورت پر ہونے والے مظالم، معاشرتی اور طبقاتی ناہمواری، غلامی سے نجات اور استحصالی قوتوں کے خلاف جدوجہد کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ اگرچہ بعض افسانہ نگاروں کے رجحانات ایک جیسے تھے، لیکن ہر ایک نے زندگی کو مختلف انداز اور زاویوں سے پیش کیا۔ وزیر آغا اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

> "منٹو عورت کی صدائے بے آواز بن کر مرد کی اخلاقیات کے خلاف احتجاج کرتا نظر آتا ہے نیز وہ ایسی عورت کو پیش کرنے کا آرزومند ہے جو برصغیر کی عورت کے دائی اوصاف یعنی پاکیزگی، مامتا، پوجا اور وفاداری سے انحراف کر کے مرد کے سامنے ہو کر اپنے وجود کا اعلان کرلے"(9)

اردو افسانہ نگاری میں خواتین قلمکاروں نے عورت کو ہمیشہ ایک اہم موضوع کے طور پر پیش کیا ہے۔ ہر دور میں، چاہے وہ اصلاحی تحریک کا زمانہ ہو، روحانیت سے متاثر دور ہو یا ترقی پسند تحریک کا عروج، خواتین نے افسانے کے ذریعے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ اگرچہ عورتوں کی تحریروں کو بعض اوقات محض اس بنیاد پر نظرانداز کر دیا گیا کہ وہ خواتین کی لکھی ہوئی ہیں، اور معاشرے کے کچھ حلقوں کا یہ بھی خیال رہا کہ عورت نہ تو گہرائی سے سوچ سکتی ہے اور نہ ہی معیاری ادب تخلیق کر سکتی ہے، لیکن اس کے باوجود خواتین نے ہمت کا دامن نہیں چھوڑا۔ اصلاحی دور میں لکھنے والی بعض اہم خواتین میں رشید النساء بیگم، اکبری بیگم (1867–1928) اور محمدی بیگم (1879–1908) شامل ہیں۔ اگرچہ یہ خواتین اس دور کے معروف مصنفین جیسے ڈپٹی نذیر احمد (1830–1902) اور راشد الخیری (1868–1936) کے خیالات سے متاثر تھیں، لیکن وہ صرف روایتی کردار نبھانے پر آمادہ نہ تھیں۔ ان کی تحریروں میں گھریلو زندگی، عورت کے کردار اور اس کے ساتھ جڑے مسائل کو موضوع بنایا گیا، جن سے اس وقت کی عورت کو اکثر استحصال کا سامنا تھا۔ ان افسانوں میں ایک نئی باشعور اور باوقار عورت کا تصور ابھرا، جو بیسویں صدی کی ایک اہم سماجی

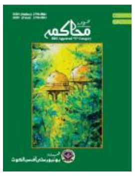

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ضرورت بھی تھی۔ اسی زمانے میں کچھ ایسی تحریریں بھی منظر عام پر آئیں جنہوں نے نو بالغ (ٹین ایج) عمر کے قارئین کے جذبات اور مسائل کو بیان کیا۔ ان موضوعات پر صرف افسانوں میں ہی نہیں بلکہ مختلف رسائل میں بھی اظہار ملتا ہے۔ "مزاحیہ کردار" کہانی، افسانے یا کسی بھی ادبی تحریر میں وہ کردار جو ہنسی مذاق سے بھرپور ہوں، جن کی باتوں یا حرکات سے قاری کے چہرے پر مسکراہٹ آجائے، انھیں مزاحیہ کردار کہا جاتا ہے۔ ایسے کرداروں کا بنیادی مقصد دل بہلانا اور کہانی میں دلچسپی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اردو ادب میں جب سر سید احمد خان کی اصلاحی تحریک چلی تو اس کے رد عمل میں ایک نئی ادبی فضا نے جنم لیا، جہاں طنز و مزاح کو بھی اہمیت دی گئی۔ اسی زمانے میں 'اودھ پنچ' جیسے اخبارات نے فکاہیہ مضامین کے ذریعے مزاح کی بنیاد مضبوط کی۔ بعد میں جب اردو افسانہ وجود میں آیا تو کچھ ادیبوں نے کہانیوں میں بھی مزاحیہ رنگ بھرنے کی کوشش کی مزاحیہ کردار اکثر معصوم، سادہ لوح، یا روزمرہ کی زندگی میں الجھے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی سادگی یا کسی خاص عادت کی وجہ سے لوگوں کو ہنسا دیتے ہیں۔ ان کا کردار کبھی کسی سماجی طبقے کی عکاسی کرتا ہے۔ سجاد حیدر یلدرم کے افسانے "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ" میں ملتی ہیں۔ اسی طرح مولوی نذیر احمد کی تخلیق مرزا ظاہر دار بیگ بھی ایک اہم مثال ہے۔ مزاحیہ کردار تخلیق کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مصنف کو خود بھی مزاح کا شعور ہو اور وہ حالات و واقعات میں مزاح تلاش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ان کرداروں کی وجہ سے قاری کو تحریر میں بیزاری محسوس نہیں ہوتی، بلکہ دلچسپی قائم رہتی ہے۔ بعض کہانیوں میں مزاحیہ کردار اتنے پر اثر ہو جاتے ہیں کہ وہ مرکزی کردار کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ مثلاً پطرس بخاری کے افسانہ نما مضامین میں مزاح کا رنگ نمایاں ہے، جن کے کردار قاری کو بے ساختہ ہنسا دیتے ہیں۔ امتیاز علی تاج نے "چچا چھکن" جیسا جاندار کردار تخلیق کیا جو اردو ادب میں مزاح کی پہچان بن گیا۔ بعد میں شفیق الرحمان نے مزاح نگاری کو ایک نیا انداز دیا اور اپنے افسانوں میں "شیطان" جیسے کرداروں کے ذریعے اردو ادب میں نئی روح پھونکی۔ "پیچیدہ کردار" افسانوی ادب میں وہ کردار جو ظاہری سادگی کے پیچھے پوشیدہ گہرائیوں، نفسیاتی الجھنوں اور متضاد کیفیات کے حامل ہوں، پیچیدہ کردار کہلاتے ہیں۔ ان کی شخصیت تہہ در تہہ ہوتی ہے۔ ایسی کہ قاری کو ہر بار ایک نیا پہلو دریافت کرنے کا موقع ملتا ہے۔ جب افسانے میں محض سطحی یا یک رُخی کردار ہوں، تو معنویت کے خلا کو پُر کرنے کے لیے ایسے پیچیدہ کرداروں کی موجودگی لازمی محسوس ہوتی ہے۔ یہ کردار اکثر اپنے باطن کی اصل تصویر چھپائے رکھتے ہیں، جو نہ صرف قاری بلکہ دیگر کرداروں کے لیے بھی معمہ بنی رہتی ہے۔ "جدید اردو افسانے کے رجحانات" میں ڈاکٹر سلیم آغا قزلباش لکھتے ہیں۔

"فی الحقیقت کردار نگاری کے سلسلے میں آزاد تلازمہ خیال، شعور کی رو، خواب کا طرز بیاں نیز خود کلامی اور بالواسطہ اور بلاواسطہ طریق کار کے استعمال نے کردار کی پیش کش کو پہلو دار بنا دیا ہے" (10)

افسانوی ادب میں جیسے جیسے اسلوب و اظہار میں جدت پیدا ہوئی اور بیانیہ تکنیکوں میں تنوع آیا، ویسے ہی کردار نگاری کے انداز میں بھی نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس تخلیقی ارتقاء کے نتیجے میں کرداروں کی نئی جہتیں سامنے آئیں اور پیچیدہ نفسیاتی پہلوؤں کے حامل کردار ادب کا حصہ بننے لگے۔ "باغی کردار" برصغیر پاک و ہند کی تاریخ پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو یہ خطہ ایک جانب نو آبادیاتی تسلط کا شکار رہا، تو دوسری جانب جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ ڈھانچے نے بھی معاشرتی نظام کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا۔ اس کے علاوہ مذہبی تفریق، ذات پات، نسل، خاندانی پس منظر اور طبقاتی فرق نے معاشرے میں عدم مساوات کو جنم دیا۔ ایسے حالات میں جب اردو افسانے نے جنم لیا اور بتدریج ترقی کی منازل طے کیں، تو فطری طور پر اس میں ان تمام مسائل کے خلاف ردعمل بھی سامنے آیا۔ اردو افسانے میں ہمیں کئی ایسے کردار ملتے ہیں جنھوں نے رائج الوقت طاقتور طبقات کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ ان کرداروں کی پہچان ہی ان کی بغاوت بنی، اور اسی بنا پر وہ "باغی کردار" کہلائے۔ اردو فکشن میں اس طرح کے کرداروں کی موجودگی خاصی نمایاں ہے۔ "نقلی کردار" جب افسانہ نگار کسی مخصوص طبقے چاہے وہ مذہبی ہو، لسانی، علاقائی یا سیاسی سے وابستہ کردار کو تخلیق کرتا ہے تو وہ اپنے طرزِ بیان میں غیر جانب داری کو ملحوظ رکھے۔ اگر افسانہ نگار تعصب یا ذاتی نظریات کی آمیزش کرے گا تو اس کا کردار حقیقت کی زمین سے کٹ کر مصنوعی تاثر دینے لگے گا، اور وہ کردار زندگی کے سچ کو پیش کرنے کے بجائے محض ایک تخیلاتی پُتلا بن جائے گا۔ چونکہ افسانے میں کردار خود اپنے احساسات، خیالات اور جذبات کو پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ افسانہ نگار خود پس پشت رہے اور کرداروں کو اپنی حقیقی روشنی میں ابھرنے دے۔ اگر تخلیق کار اپنا نظریاتی بوجھ ان کرداروں پر لاد دے تو وہ کردار قاری کے دل میں جگہ بنانے سے قاصر رہیں گے، اور ان کی معنویت متاثر ہو جائے گی۔ کرداروں کی حرکت و عمل کو کہانی کی فطری پیش رفت کے مطابق آگے بڑھنا چاہیے، نہ کہ افسانہ نگار کی ذاتی مرضی یا مداخلت کے زیر اثر۔ ایک اچھے افسانہ نگار کا کمال یہی ہے کہ وہ اپنے کرداروں کو زندگی کی سچائیوں سے ہم آہنگ ہونے دے، تاکہ وہ قاری کے ذہن میں دیرپا نقوش چھوڑ سکیں۔

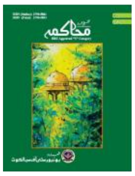

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

حوالہ جات

1. ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985، ص148۔
2. وقار عظیم، فنِ افسانہ نگاری، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 1997، ص19-20۔
3. ڈاکٹر آغا قزلباش، جدید اردو افسانے کے رُجحانات، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، اشاعتِ دوم، 2016، ص-233۔
4. ڈاکٹر نجم الہدیٰ، کردار اور کردار نگاری، بہار اردو اکیڈمی، پٹنہ، 1980، ص45۔
5. E.M. Forster, Aspects of the Novel, 2004, p. 61.
6. ڈاکٹر سلیم آغا قزلباش، جدید اردو افسانے کے رُجحانات، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، اشاعتِ دوم، 2016، ص237۔
7. ڈاکٹر جعفر رضا، پریم چند: کہانی کا رہنما، رام نرائن لال بینی مادھو، الہ آباد، 1969، ص180۔
8. ڈاکٹر سلیم آغا قزلباش، جدید اردو افسانے کے رُجحانات، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، اشاعتِ دوم، 2016، ص243۔
9. ڈاکٹر وزیر آغا، "منٹو کے افسانوں میں عورت: پس ساختیاتی مطالعہ"، مشمولہ مابعد جدیدیت: اطلاقی جہات (حصّہ دوم)، مرتبہ ڈاکٹر ناصر عباس نیر، بیکن بکس، لاہور، 2015، ص173۔
10. ڈاکٹر سلیم آغا قزلباش، جدید اردو افسانے کے رُجحانات، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، اشاعتِ دوم، 2016، ص224۔

1. Abul Aijaz Hafeez Siddiqi, Kashaf Tanqeedi Istalahat, Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1985, safha 148.
2. Waqar Azim, Fun-e-Afsana Nigari, Educational Book House, Aligarh, 1997, safha 19–20.
3. Dr. Agha Qazalbash, Jadeed Urdu Afsanay ke Rujhanat, Anjuman Taraqqi-e-Urdu Pakistan, Karachi, Ishaat-e-Doem, 2016, safha 233.
4. Dr. Najm-ul-Huda, Kirdar aur Kirdar Nigari, Bihar Urdu Academy, Patna, 1980, safha 45.
5. E.M. Forster, Aspects of the Novel, 2004, safha 61.
6. Dr. Saleem Agha Qazalbash, Jadeed Urdu Afsanay ke Rujhanat, Anjuman Taraqqi-e-Urdu Pakistan, Karachi, Ishaat-e-Doem, 2016, safha 237.
7. Dr. Jafar Raza, Prem Chand: Kahani ka Rehnuma, Ram Narain Lal Beni Madhav, Allahabad, 1969, safha 180.
8. Dr. Saleem Agha Qazalbash, Jadeed Urdu Afsanay ke Rujhanat, Anjuman Taraqqi-e-Urdu Pakistan, Karachi, Ishaat-e-Doem, 2016, safha 243.
9. Dr. Wazir Agha, "Manto ke Afsanon mein Aurat: Pas-Sakhtiyati Mutala‘a," mashmoola Ma’baad Jadeediyat: Ittalaqi Jehāt (Hissa Doem), murattibah Dr. Nasir Abbas Nayyar, Beacon Books, Lahore, 2015, safha 173.
10. Dr. Saleem Agha Qazalbash, Jadeed Urdu Afsanay ke Rujhanat, Anjuman Taraqqi-e-Urdu Pakistan, Karachi, Ishaat-e-Doem, 2016, safha 224.